اکرام اللہ ساجد

قرآن حکیم اور ہماری زندگی

وطن عزیز کا ایک حصہ کٹ گیا ، لاکھوں لاشے خاک و خون میں تڑپے ، عصمتیں برباد ہوئیں ، سہاگ اجڑے ، ممتا بھری گودیں خالی ہوئیں ، لاکھوں بچے شفقتِ پدری سے محروم ہوئے ، ظالموں کے ظلم پر صدائے احتجاج بلند کرنے والے منوں مٹی تلے دب گئے ، ہزاروں اسلام پسندوں کی گردنیں کٹ گئیں اور دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت بین الاقوامی سازشوں کا اکھاڑہ بن کے رہ گئی ۔

آنسوؤں کے طوفان تھم چکے ، نعرے سرد ہو گئے ، قومی ترانے قصۂ پارینہ بن گئے ، حمیت مرچکی غیرتوں کے جنازے اٹھ گئے ، ہتھیار ڈال دیئے گئے ، غلامی قبول کر لی گئی —— مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا ۔

زلزلہ آیا جس نے ہمیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا ، قیامت برپا ہوئی جس نے ہماری زندگی کی بنیادیں تک ہلا ڈالیں ، سیلاب آیا جو ہمیں خس و خاشاک کی طرح بہا لے گیا —— ہماری غیرتوں کے منہ پر طمانچے پڑے اور ہم تلملا اٹھے ، ہماری حمیت دینی اور غیرتِ اسلامی پر تازیانے برسے لیکن ہم آہ و بکا اور چیخ و پکار کے شور میں ڈوب کر رہ گئے —— اور

—— اور جب یہ عذابِ الٰہی ٹل گیا ، جب یہ طوفان ذرا تھما ، جب یہ قیامت سر سے گذر گئی تو ہم پھر لمبی تان کر سو گئے —— ہم نے دوبارہ وہی روش اختیار کر لی جس کی سزا کے طور پہ ہم پر یہ عذابِ الٰہی نازل ہوا تھا ۔

کیا ہم نے کبھی یہ سوچا کہ ایسا کیوں ہوا ؟ آئیے ذرا قرآنِ کریم کے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھیں ۔

اسلام کا بنیادی رکن کلمۂ توحید ہے جس میں توحید خداوندی اور رسالت کا اقرار ہے !

لیکن اس پر ایمان رکھنے کے باوجود خالقِ حقیقی سے ہمارا تعلق کٹ چکا ہے، اصل احکامِ شرعیہ کی جگہ بہت سے مشرکانہ عقاید اور رسوم نے لے لی ہے۔ مادر زاد برہنہ ہو کر سڑکوں اور فٹ پاتھوں پر بیٹھنے والے پاگلوں کو ہم نے اولیاء اللہ کے مقام تک پہنچا دیا ہے، جن کے قبضۂ قدرت میں بہت سی ایسی باتوں کا تصور کر لیا گیا ہے کہ صرف رب السموات والارض ہی کو لائق اور سزاوار ہیں۔ —— خداوند کریم کے احکام کیا ہیں، قرآنی تعلیمات ہمیں کس راستے پر چلانا چاہتی ہیں، سنتِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری کس طرح راہنمائی فرماتی ہے اور کلمۂ توحید ہم سے کس چیز کا عہد لیتا ہے، اس سے ہمیں کوئی سروکار ہی نہیں —— اپنی مرضی اور عقل سے ہم نے دین میں بہت سی ایسی باتوں کو شامل کر لیا ہے کہ احادیث نبویہ اور ارشادات ربانی نہ صرف ان کے برعکس خلاف ہیں بلکہ ان پر وعید آئی ہے۔ اور پھر طرہ یہ کہ انہی باتوں کے برے نتائج ہمارے سامنے آتے بھی رہتے ہیں لیکن ہم ہیں کہ ان کو عملی جامہ پہناتے چلے جا رہے ہیں جس کی بنا پر اصل اسلامی احکام پس پردہ چلے گئے ہیں —— حقیقت مسخ ہو چکی ہے اور خود ساختہ چیزیں دین کی صورت میں ہم میں رواج پا چکی ہیں۔

کیا یہ چیزیں غضب الٰہی کو دعوت نہیں دیں گی؟ بنی اسرائیل نے بھی تو یہی حرکت کی تھی، تو اس کا نتیجہ کیا ہوا؟

"ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت فقلنا لھم کونوا قردۃ خاسئین"

کہ تم نے ان لوگوں کو جان لیا جنہوں نے ہفتے میں زیادتی کی تھی تو ہم نے انہیں (ان کی شکلیں مسخ کر کے) بندر بنا دیا۔

بنی اسرائیل نے حکم الٰہی کو مسخ کیا تھا، خدا نے ان کی صورتیں مسخ کر دیں۔ پس یہ قرآن جو ہمیں "فجعلنھا نکالا لما بین یدیھا وما خلفھا وموعظۃ للمتقین" کا درس دیتا ہے، اس کا مقصد ان واقعات کو دوہرانے سے ہماری فلاح و نجات کے لئے راستہ ہموار کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟ —— ذرا سوچئے تو قرآن ہمیں کس راستے پر چلانا چاہتا ہے اور ہم کدھر جا رہے ہیں! اس صورت میں ہم پر غضب الٰہی نازل نہ ہوگا تو کیا اکرام و عنایات کی بارش ہوگی؟

قرآن مجید میں نماز کا سختی کے ساتھ حکم ہے، حدیث رسول اسے دین کا ستون قرار دیتی ہے ...

الصلوٰۃ عماد الدین ـــــــــ حتیٰ کہ اسے کافر اور مسلمان کا امتیازی نشان قرار دیا گیا ہے:

" الفرق بین المسلم والکافر الصلوٰۃ "

"کافر اور مسلمان کے درمیان نماز ہی کا فرق ہے"

لیکن ہماری مسجدیں ویران ہیں، چپہ چپہ پر مسجدیں تعمیر ہو رہی ہیں لیکن نمازی نظر نہیں آتے ؎

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے

من اپنا پرانا پاپی ہے، برسوں میں نمازی بن نہ سکا

ہماری زندگی پر ایک جمود طاری ہے، کولہو کے بیل کی طرح ہم دولت کمانے کے چکر میں دن رات گھوم رہے ہیں، بالفاظِ دیگر ہماری زندگی حیوانوں سے بدتر ہو کر رہ گئی ہے۔

موازنہ کر کے دیکھ لیجیے:

ایک گاڑی بان اور اس کا بیل علی الصبح بیدار ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک انسان ہے اور دوسرا حیوان۔ ایک اپنے منہ پر پانی کے چھینٹے مار کر ناشتہ کرنے بیٹھ جاتا ہے اور دوسرا کھرلی پر کھڑا ہو کر پیٹ کا جہنم سرد کرتا ہے۔ اس کے بعد ایک جوت لیتا ہے اور دوسرا جت جاتا ہے، ایک چلاتا ہے دوسرا چلتا ہے ـــــــ دوپہر کو دونوں تھوڑی دیر کے لئے سستا لیتے ہیں اور پھر وہی دوڑ شروع ہو جاتی ہے ـــــ شام کو گھر واپسی ہوتی ہے تو ایک چارپائی پر بیٹھ کر کچھ کھا لیتا ہے اور دوسرا کھرلی پر کھڑے ہو کر، پھر ایک چارپائی پر سو جاتا ہے اور دوسرا زمین پر ہی پاؤں پھیلا لیتا ہے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی ہے ... بتائیے ان دونوں کی زندگی میں کیا فرق ہے؟

"اولئک کالانعام بل ھم اضل"

کہ یہ (خدا کی یاد سے غافل) لوگ چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گذرے!

کیونکہ بیل تو جس مالک کی کھرلی پر کھڑا ہو کر کھاتا ہے، سارا دن اس کی خدمت میں جتا رہتا ہے لیکن انسان جو خدا کا رزق کھاتا اور اس کی زمین پر چلتا پھرتا ہے، اس نے بھول کر بھی خدا کو یاد نہ کیا کیا ایسی زندگی کا نتیجہ ہماری تباہی اور بربادی کے علاوہ بھی کچھ ہو سکتا ہے؟

قرآن مجید میں ہے: " وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ "

کہ اللہ کے راستے میں (اپنا مال) خرچ کرو اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

قرآن مجید میں اور بھی اکثر مقامات پر زکوٰۃ ادا کرنے اور والدین، اقرباء، غریبوں، یتیموں اور مسکینوں پر مال خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

لیکن ہم ہیں کہ حق دار کو اس کا حق ادا کرنے کے لئے بھی تیار نہیں، مزدور کو دوہری مزدوری کرنا پڑتی ہے پہلے کام کے سلسلہ میں اور پھر اجرت وصول کرنے کے لئے درِ دولت کے چکر لگانے میں —— اس صورتِ حال نے عوام کو بوکھلا دیا، انہوں نے روٹی کے لئے اسلام تک کو تیج دیا اور سوشلزم کے ساتھ "اسلامی" کا دم چھلا لگا کر اس کا سہارا لیا، لیکن نہ تو یہی صورتِ حال اسلام کے مطابق تھی اور نہ ابعد کی —— نتیجہ یہ ہوا کہ ہر طرف روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ گونجنے لگا، لیکن یہ چیزیں پھر بھی میسر نہ آسکیں۔ پہلے مزدور مزدوری کر کے اجرت سے محروم رہتا تھا، اب وہ بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے اپنا گھر بھر لینا چاہتا ہے۔ جس کا لازمی اثر مصنوعات کی پیداوار پر پڑا اور پہلے کی نسبت زیادہ لوگ نان و نفقہ کے محتاج ہو کر رہ گئے، چنانچہ مظاہرے ہوتے ہیں، ہڑتالیں ہوتی ہیں، جلوس نکلتے ہیں اور یہ سب کچھ روٹی کی خاطر ہوتا ہے —— نہ خدا کسی کو یاد ہے، نہ خدا کے فرامین —— نتیجہ ہمارے سامنے ہے!

بتائیے! جہاں مقصدِ حیات ہی اللہ کی عبادت کے بجائے روٹی، کپڑا اور مکان ٹھہرا تو غضبِ الٰہی کیونکر جوش میں نہ آئے گا؟

قرآن مجید فرماتا ہے:

"ولاتنقصوا المکیال والمیزان"

کہ "ناپ اور تول میں کمی نہ کرو"

لیکن اوّلاً تو ہم ڈنڈی مارنے سے باز نہیں آتے اور اگر یہ کسی وجہ سے ناممکن ہو گیا تو ہم مرچوں میں پسی ہوئی اینٹیں، دودھ میں پانی اور چائے کی پتی میں چنوں کے چھلکے ملا کر یہ کسر پوری کر لیتے ہیں —— اکثر قصاب حضرات نے پہلے کتے کا گوشت بیچا اور اب گدھے کا گوشت بھی فروخت کرنے لگے۔ اخبار بین حضرات خوب جانتے ہیں کہ چند دن قبل ہی حیدر آباد میں پانچ افراد ذبح شدہ گدھے سمیت گرفتار کئے گئے ہیں —

مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے!

احتکار اور ذخیرہ اندوزی کی لعنت میں ہم بری طرح گرفتار ہیں۔ جیب میں پیسے ہونے کے باوجود چیز نہیں ملتی اور اگر مل جائے تو صرف قیمت سن کر ہی بڑے بڑوں کا پتہ پانی ہو جائے ـــــ اور یہ تو ہم کسی صورت بھی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ ہمارا ملک اپنی ضروریات میں خود کفیل نہیں۔ کم از کم اشیائے خوردنی کے بارے میں تو یہ کہنا ایک بہت بڑی حماقت ہوگی، کیونکہ اب تو وہ زمینیں بھی سونا اگل رہی ہیں جو چند سال پیشتر بنجر پڑی تھیں۔ لیکن انسانوں نے شاید اپنے سینوں میں دل کی بجائے پتھر کے ٹکڑے رکھ لئے ہیں ـــــ ایک زمیندار اپنی ساری جنس ٹرک میں لاد کر منڈی کا رخ کرتا ہے اور اس طرح وہ تو اپنی تجوری تک بھر لیتا ہے لیکن اس کے اپنے گاؤں کے اکثر لوگوں کا پیٹ بھی ان کے گھر کی طرح خالی رہتا ہے ـــــ انسان کی زندگی کی قیمت کاغذ کے حقیر ٹکڑوں سے بھی ارزاں ہو کر رہ گئی ہے!

قرآن مجید میں ہے:

"ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق"

کہ کسی جان کو، جس کو اللہ تعالیٰ نے (دین کے) حق کے علاوہ حرام قرار دیا ہے، قتل نہ کرو۔

لیکن ہمارے معاشرے میں ایک دو روپے کی خاطر قتل بھی معمولی بات ہے (آج مؤرخہ ۳۰ جون ۷۴ء کے اخبارات نوائے وقت مشرق وغیرہ ملاحظہ ہوں کہ ایک دوست نے "نوائے وقت" کی خبر کے مطابق دو روپیہ اور "مشرق" کی خبر کے مطابق ایک روپیہ کی خاطر، اپنے دوست کو زنبی مار کر ہلاک کر دیا) اگر کہیں قرآن کا یہ اصول کہ:

"نفس کے بدلے نفس، آنکھ کے بدلے آنکھ، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے حتیٰ کہ زخم کا بھی بدلہ ہے"

... ہمارے پیش نظر ہوتا تو قتل و غارت گری کا یہ طوفان بدتمیزی برپا نہ ہوتا ـــــ جب انسان ہی انسان کو تباہ کرنے پر تلا ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ کو روکنے والا کون ہے کہ ہمیں ہماری بداعمالیوں کی سزا نہ دے؟

قرآن مجید میں ہے:

"ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین ۰ انما یأمرکم بالسوء والفحشاء وان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون"

کہ شیطان کی پیروی مت کرو کہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے اور تمہیں برائی اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے . . . . !

لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ دن رات ہمارے گھروں سے سریں اور تانیں بلند ہوتی اور راگ الاپے جاتے ہیں ـــــ رات کو چارپائی پر لیٹتے وقت، صبح بیداری کے وقت، دفتر میں کام کرتے وقت، بازار میں سودا خریدتے وقت اور بسوں میں سفر کرتے وقت ہر جگہ ریڈیو کی سمع خراش، لچر، بے حیائی اور بے شرمی میں ڈوبی ہوئی آوازیں ہمارا تعاقب کرتی ہیں ـــــ شادی بیاہ کے موقعوں پر ریکارڈنگ ایک ایسی لعنت بن چکی ہے کہ نماز کے وقت بھی نہیں بخشا جاتا ـــــ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک محلے میں کسی گھر سے جنازہ اٹھ رہا ہوتا ہے اور ماتم کی صدائیں بلند ہو رہی ہوتی ہیں اور پڑوس کے گھر سے ایسے بیہودہ، لچر اور فحش گانوں کی ریکارڈنگ ہو رہی ہوتی ہے کہ ہم یہاں ان کا ایک بول بھی لکھنا اس اسلامی مجلہ کی توہین سمجھتے ہیں۔

الغرض ہماری زندگی محض نغمہ اور ترانہ ہو کر رہ گئی ہے۔ اقبال نے شاید ہمارے ہی متعلق کہا تھا ؂

شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر

ہمارے اسلاف وہ تھے کہ جن کی تلواروں کی جھنکار اب بھی اقوام و ملل کے کانوں میں گونج رہی ہے، جن کے نعرہ ہائے تکبیر سے پہاڑوں کے سینے آج بھی لرزاں ہیں، جن کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے آج بھی کوہ و دمن گونج رہے ہیں اور جن کے بازوئے شمشیر زن سے اغیار آج بھی گھبراتے ہیں۔

لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ جس ہندو دشمن نے ہماری ہزاروں بہنوں کے سہاگ لوٹے اور ان کی توہین کی، ہم محض اس لئے ان سے روابط بڑھانا اور تعلقات استوار کرنا چاہ رہے ہیں کہ ان کی بنائی ہوئی فلمیں دیکھ سکیں ـــــ ہمیں مسلمان ہونے کے باوجود نغمہ و رقص کا اتنا شوق کیوں ہے؟ اگر ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بلند بانگ دعوے الاپتے ہیں تو ہمیں معلوم ہونا چاہیئے کہ آپؐ نے تو بانسری کی آواز سن کر اپنی انگلیاں اپنے

کانوں میں دے لی تھیں، اور یہ بھی آپ ہی کا فرمان ہے کہ :

"جس نے غیر عورت کے گانے کی آواز سنی، قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا !"

قرآن مجید میں ہے :

"واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل" الآیۃ

کہ کفار کے مقابلے کے لئے قوت مجتمع کرو اور گھوڑوں کو تیار رکھو!"

لیکن ہم نے یہ کیا کہ ایک دن خبر آئی کہ ہندوستان نے ایٹمی دھماکہ کیا ہے تو دوسرے دن ہم نے اخبارات میں اشتہار چھپوائے کہ :

"ایک اور دھماکہ !

راجستھان کے صحرا میں نہیں، واپڈا ہاؤس کے آڈیٹوریم میں، اور اس میں ہیروشیما اور ناگاساکی والی موت کا پیغام نہیں بلکہ ہنسی اور قہقہوں کا انبار ہے۔

روزانہ ساڑھے سات بجے شام !

"انداد آتا منع ہے"

ایک ایسا مزاحیہ کھیل جو صرف اطہر شاہ خاں کے بس کا ہے !"

بتائیے، جس قوم کی بے غیرتی کا یہ عالم ہو، اس کے لئے کیا یہ بہتر نہیں کہ شرم سے ڈوب مرے ؟

کہاں تک لکھا جائے ؟ کس کس بات کی نشاندہی کی جائے ؎

سینہ ہمہ داغدار شد پنبہ کجا کجا نہم ؟

— قرآن کریم کے اس آئینہ میں ہمارا چہرہ ایک مسلمان قوم کا چہرہ نہیں بلکہ ایک ایسی قوم کا چہرہ ہے جس کے اکثر افراد ان تمام امراض خبیثہ کا شکار رہیں کہ ماضی میں کوئی قوم ان تمام

ﻪ ملاحظہ ہو نوائے وقت صہ ۱۴ مئی ۷۴ء

امراض میں سے کسی ایک مرض کا شکار بھی ہوئی تو آسمانی عذاب ان پر قہر بن کر ٹوٹ پڑا ــــــ عدل کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہم پر وہ تمام عذاب بیک وقت نازل ہوں جو الگ الگ قوموں پہ الگ الگ وقتوں میں آئے ــــــ لیکن اس خدائے عزوجل کی رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہماری بے اعتدالیوں کو معاف فرمائے ــــــ ہمیں ہدایت کی توفیق دے اور دنیا اور آخرت میں ہماری جھولی خیر سے بھر دے ــــــ واللہ الموفق!